پروفیسر خورشید عالم

چہرے کا پردہ احادیث و آثار کی روشنی میں

[''نقطۂ نظر'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

''چہرے کا پردہ واجب ہے یا غیر واجب''، اس موضوع پر میرے کئی مضامین ماہنامہ ''اشراق'' میں چھپ چکے ہیں۔ ان تمام مضامین کو دارالتذکیر رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور نے بڑے خوبصورت طریقے سے ''چہرے کا پردہ: واجب یا غیر واجب'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے، اللہ ان کو جزاے خیر دے۔ ان مضامین کا محور سورۂ احزاب اور سورۂ نور کی آیات مبارکہ ہیں، اگرچہ اجمالی طور پر جمہور محدثین کا یہ نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے کہ چہرے کا پردہ واجب نہیں، مگر مثال کے طور پر صرف دو چار حدیثوں سے استدلال کیا گیا ہے۔

زیر نظر مضمون میں ان احادیث اور آثار کو پیش کروں گا جن کا حوالہ علامہ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب ''جلباب المرأۃ المسلمہ'' اور ''الرد المفحم'' میں دیا ہے۔ علامہ البانی دور حاضر کے سب سے بڑے محدث ہیں علم حدیث پر تحقیق کرنے والا کوئی طالب علم ان کی تحقیق کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ان کے مرتبہ و مقام کے پیش نظر میں ان احادیث و آثار کو ان کے فنی تجزیہ کے ساتھ جوں کا توں نقل کروں گا تاکہ ہر مکتب فکر کے مدرسہ میں بیٹھے ہوئے محدث مجھ جیسے طالب علم کی طرح ان جیسے فاضل کو جدت پسندی کا طعنہ نہ دے سکیں۔ علامہ کی وفات عمان میں ۲/ اکتوبر ۱۹۹۹ء مطابق ۲۲/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ میں ہوئی۔ میں نے ان کی حیات اور تصانیف کے بارے میں ایک مضمون لکھا جسے ''میثاق'' نے فروری ۲۰۰۰ء کے شمارے میں شائع کیا۔ اردو پریس میں چھپنے والا یہ اکلوتا مضمون تھا، اس کے

ساتھ زیادتی یہ ہوئی کہ میں نے اس میں علامہ کی کتاب ''حجاب المرأۃ المسلمہ'' کا حوالہ دے کر چہرے کے پردے کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر تفصیل سے پیش کیا، مگر ''میثاق'' کے ادارے نے ساری تفصیل کو حذف کر کے صرف چند سطروں میں کتاب کا ذکر کرنا مناسب سمجھا، غالباً اس لیے کہ محدث دوراں علامہ البانی کا نقطۂ نظر ان کے نقطۂ نظر سے متصادم تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضمون سے پہلے علامہ ناصر الدین البانی کا بطور محدث تعارف کرا دیا جائے۔

علامہ ۱۳۸۱ھ سے لے کر ۱۳۸۳ھ تک مدینہ یونیورسٹی میں علم حدیث پڑھاتے رہے۔ وہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا انتخاب تھے۔ وہ ۱۳۹۵ھ سے لے کر ۱۳۹۸ھ تک یونیورسٹی کی مجلس اعلیٰ کے ممبر رہے۔ علم حدیث میں ان کی خدمات کے پیش نظر ان کو شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا، ان کی کتابوں کی تعداد تو بہت ہے، مگر علم حدیث میں ان کی مشہور تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں جو علم حدیث میں ان کے مرتبہ پر دلالت کرتی ہیں:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۔ دمشق یونیورسٹی کے شریعت کالج نے فقہ کا انسائیکلوپیڈیا ''موسوعۃ الفقہ الاسلامی'' شائع کیا۔ اس کی ''کتاب البیوع'' کے بارے میں احادیث اور آثار کی تخریج کا کام علامہ کو سونپا گیا۔

۲۔ ''ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل''۔ ''منار السبیل'' فقہ حنبلی کی بنیادی کتاب ہے۔ علامہ نے اس کتاب میں وارد تمام احادیث کی تخریج کی ہے۔

۳۔ ''صحیح وضعیف السنن الاربعہ''۔ علامہ صحاح ستہ کی جگہ کتب ستہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، وہ صرف بخاری اور مسلم کو صحیحین تسلیم کرتے ہیں، اسی لیے انھوں نے باقی چار کتابوں میں صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کیا ہے، یہ علامہ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ خاص طور پر علمی جمود کے اس دور میں جب صحاح ستہ کی طرف انگلی اٹھانا گناہ کبیرہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ کتابیں المورد کی لائبریری میں بھی موجود ہیں۔

۴۔ ''سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ وسلسلۃ الاحادیث الضعیفہ''۔ یہ ایک ادارے کا کام ہے جسے علامہ نے تن تنہا سر انجام دیا۔ اس دور میں بہت سی ضعیف حدیثیں ہمارے دماغ میں رچ بس گئی ہیں جنھوں نے امت کے عقیدہ اور تصورات پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ ان دونوں کتابوں کا مکمل سیٹ المورد کی لائبریری میں معز امجد صاحب کے ذاتی ذخیرے میں موجود ہے۔

۵۔ ''مختصر صحیح المسلم''۔ جلاوطنی کے زمانہ میں علامہ نے یہ کام تین ماہ میں مکمل کیا۔

۶۔ ''مختصر صحیح البخاری''۔ صحیح میں مرفوع اور موقوف، دونوں قسموں میں صحیح، حسن اور ضعیف احادیث موجود ہیں۔

مرفوع احادیث میں ان کے مرتبہ کو بیان کر کے تخریج کو مختصراً حاشیہ میں درج کیا ہے، جبکہ موقوف میں صرف تخریج پر اکتفا کیا گیا ہے اور کہیں کہیں حدیث کے مرتبہ کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ یہ چار جلدوں میں ہے جن میں سے میری اطلاع کے مطابق تین طبع ہو چکی ہیں۔

۷۔ ''مختصر صحیح المسلم للمنذری''۔ علامہ نے سب سے پہلے اس کتاب کی تحقیق کی، اس کی احادیث پر نمبر لگائے، غریب کی شرح لکھی اور اس کے علاوہ مفید نوٹ لکھے۔

۸۔ ''صحیح الأدب المفرد للبخاری وضعیفہ''۔

۹۔ ''صحیح الترغیب والترہیب للمنذری وضعیفہ''۔

۱۰۔ ''صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ'' للسیوطی۔

۱۱۔ ''بغیۃ الحازم فی فہرسۃ مستدرک الحاکم''۔

۱۲۔ ''دفع الاضرار فی ترتیب مشکل الآثار'' للطحاوی۔

۱۳۔ ''الروض النضیر فی ترتیب وتخریج معجم الطبرانی الصغیر''۔

۱۴۔ ''فہرس لمسانید الصحابۃ لمسند الامام احمد''۔

۱۵۔ ''تخریج الاحادیث المختارۃ'' للضیاء المقدسی۔

۱۶۔ ''تخریج الاحکام الکبریٰ'' لعبد الحق الاشبیلی۔

۱۷۔ ''تخریج احادیث مشکوٰۃ المصابیح'' للخطیب التبریزی۔

۱۸۔ ''تخریج الاحتجاج بالقدر''، ''الایمان''، ''حقیقۃ الصیام''، ''الکلم الطیب'' لابن تیمیہ۔

۱۹۔ ''تخریج حقوق المرأۃ فی الاسلام'' للشیخ محمد رشید رضا۔

۲۰۔ ''تخریج حل مشکلۃ الفقر'' للقرضاوی۔

۲۱۔ ''تخریج المرأۃ المسلمہ'' للشیخ حسن البنا۔

۲۲۔ ''تخریج احادیث فقہ السیرۃ'' للشیخ محمد الغزالی۔

۲۳۔ ''التعلیق علی الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث'' لابن کثیر۔

۲۴۔ ''التعلیق علی حجاب المرأۃ المسلمۃ ولباسہا فی الصلوٰۃ'' لابن تیمیہ۔

۲۵۔ ''التعلیق علی سبل السلام'' للصنعانی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۲۶۔ ''مراجعۃ صحیح ابن خزیمۃ بتحقیق مصطفٰی الأعظمی مع التعلیق علیہ''۔

۲۷۔ ''الجمع بین میزان الاعتدال للذہبی ولسان المیزان''لابن حجر۔

۲۸۔ ''تحقیق اصول السنۃ واعتقاد الدین''للامام ابن ابی حاتم۔

۲۹۔ تحقیق کتاب''حول اسباب الخلاف''للحمیدی۔

۳۰۔ تحقیق کتاب''دیوان اسماء الضعفاء والمتروکین''للذہبی۔

علم حدیث پر یہ علامہ کی چیدہ چیدہ تصانیف ہیں۔کس قدر صحیح بات کی ہے''الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی''کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر مانع بن حماد الجہنی نے:''ان کے شایان شان ہے کہ کہا جائے کہ دور حاضر میں آسمان کے نیچے ان سے بڑھ کر علم حدیث جاننے والا کوئی نہیں۔''ابن حجر رحمہ اللہ کے بعد علم حدیث پر اتنا بڑا کام صرف امام ناصر الدین البانی نے کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ میں نے انھی کی پیش کردہ احادیث وآثار کو گفتگو کا موضوع بنایا ہے۔علامہ البانی نے ''جلباب المرأۃ المسلمہ''میں تیرہ احادیث پیش کی ہیں۔یہ سب اہل علم کے نزدیک درجۂ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں اور علما نے ان کے مطابق عمل کیا ہے۔علامہ کے مداح تو بہت ہیں، مگر مخالفین بھی کم نہیں،ان کا قصور صرف یہ ہے کہ انھوں نے علم حدیث پر جاری جمود کو توڑا ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں جانچ اور پرکھ کے کام کو آگے بڑھایا ہے۔

''جلباب المرأۃ المسلمہ''کے رد میں زیادہ تر سعودی عرب کے مصنفین نے خامہ فرسائی کی ہے۔ان سب میں پیش پیش شیخ حمود التویجری ہیں جنھوں نے''الصارم المشہور''کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ماہنامہ''حکمت قرآن''کے حافظ محمد زبیر نے میرے مضامین کے جواب میں جو مضامین لکھے ہیں اور علامہ کی پیش کردہ پانچ احادیث پر جو تنقید کی ہے، وہ کم وبیش اسی کتاب کا چربہ ہے۔

شیخ تویجری کی ہم نوائی میں درویش نے''فصل الخطاب''، ابن خلف نے''نظرات''، محمد بن اسماعیل اسکندرانی نے''عودۃ الحجاب''اور شیخ عبدالقادر بن حبیب سندی نے''الحجاب''کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔

علامہ''الرد المفحم''میں لکھتے ہیں کہ متعصب لوگوں نے میری پیش کردہ احادیث پر تخریب وتہدیم کا پھاوڑا چلایا ہے اور ان کی غلط تاویل کر کے ان کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے، حالاں کہ شیخ تویجری اور اس کے ہم نوا علم حدیث اور علمی قواعد کے مطابق صحت وضعف کے اعتبار سے نقد حدیث کے اصولوں سے ناآشنا ہیں اور حدیث نبوی کو اپنے مسلک کی تائید کی خاطر غلط معنی پہناتے ہیں۔وہ ایک ایسے علم میں دخل اندازی کرتے ہیں جن کا انھیں علم نہیں۔ان کے بارے میں علامہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وأما الجهلة بهذا العلم والذين لا يسألون اهل الذكر يستبشون بأقوال من حبّ ودب ممن ليس فى العيرو لا فى النضير ولاشان لما معهم

''رہے علم حدیث سے ناآشنا لوگ جو اہل علم سے پوچھنے کے بجاے ایسے للو پنجو لوگوں کے قول کا سہارا لیتے ہیں جو کسی قطار و شمار میں نہیں۔ان کے قول کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟''

علامہ البانی نے ''الرد المفحم'' میں ان تمام مخالفین، خاص طور پر شیخ تویجری کے خیالات کی مدلل طور پر تردید کی ہے جس کا ذکر میں احادیث کے تحت کرنے کی کوشش کروں گا۔علامہ البانی نے حدیث کی روایت میں صرف صحابی راوی کا ذکر کیا ہے اور جن کتابوں سے اس کی تخریج کی ہے، ان کا حوالہ دے دیا ہے۔ان حوالوں کے بعد انھوں نے سند اور متن کا فنی تجزیہ بھی پیش کیا ہے۔البتہ ''الرد المفحم'' میں شیخ حمود التویجری کی جن دس احادیث کو پیش کیا ہے، ان کی تخریج کے لیے انھوں نے اپنی کتاب ''سلسلۃ الأحادیث الضعیفہ'' کا حوالہ دیا ہے۔اختصار کی خاطر عربی متن کے بجاے اس کا لفظی ترجمہ اردو میں پیش کروں گا:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

''جلباب المرأۃ المسلمہ'' میں پیش کردہ احادیث

پہلی حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں عید کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔آپ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھائی۔پھر آپ بلال کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم فرمایا اور اللہ کی اطاعت کی رغبت دلائی۔لوگوں کو وعظ و نصیحت کی، پھر چل کر عورتوں کے پاس آئے، ان کو وعظ و نصیحت کی اور فرمایا: صدقہ و خیرات کرو، کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔پھر عورتوں کے درمیان بیٹھی ہوئی عورت، جس کے رخساروں کا رنگ سرخی مائل سیاہ (سفعاء الخدین) تھا، نے کہا: اے اللہ کے رسول ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ تم شکویٰ شکایت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ راوی کا قول ہے کہ عورتیں اپنے زیورات کو صدقہ و خیرات میں دینے لگیں اور وہ بلال (رضی اللہ عنہ) کے کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔

تخریج: مسلم (۳/۱۹)؛ نسائی (۱/۲۳۳)؛ دارمی (۱/۳۷۷)؛ صحیح ابن خزیمہ (۲/۳۰۷، رقم ۱۴۶۰)؛ بیہقی (۳/

۲۹۶، ۳۰۰) اور احمد (۳/۳۱۸)۔

علامہ کا قول ہے کہ ’’اس حدیث سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا چہرہ کھلا تھا، وگرنہ راوی اس کی یہ صفت کیونکر بیان کرتا کہ اس کے رخساروں کا رنگ سرخی مائل سیاہ تھا۔‘‘

مسلم کی روایت میں ’سطة النساء‘ (عورتوں کے وسط میں) کے الفاظ ہیں، جبکہ دوسروں کی روایت میں ’سفلة النساء‘ کے الفاظ ہیں ابن اثیر کا قول ہے کہ ’س‘ کے فتحہ اور ’ف‘ کے کسرہ کے ساتھ ’سفلة‘ گرے پڑے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کے الفاظ بالکل واضح ہیں اور علامہ البانی کا استدلال بھی بالکل واضح ہے، لیکن جن لوگوں کے ذہن میں یہ سودا سمایا ہوا ہے کہ عورت کو سر تا پا ملفوف ہونا چاہیے، ان کو یہ واضح دلیل کیونکر گوارا تھی۔ چنانچہ انھوں نے اس حدیث کی تاویل کے تین حیلے تراشے ہیں:

۱۔ عورت کے چہرے سے اتفاقاً کپڑا سرک گیا تھا۔

۲۔ عورت بوڑھی تھی۔

۳۔ حجاب کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

یہ اعتراضات حمود التویجری نے اپنی کتاب ’’الصارم المشھور‘‘ میں پیش کیے ہیں۔ جو اس کتاب سے نقل کر کے حافظ محمد زبیر نے میرے مضامین کے جواب میں ماہنامہ ’’حکمت قرآن‘‘ کے اپریل ۲۰۰۶ء کے شمارے میں ہو بہو نقل کر دیے ہیں، لیکن مآخذ کا حوالہ دیے بغیر تاکہ قاری کو گمان گزرے کہ یہ ان کی اپنی تحقیق ہے۔

معترض کا خیال ہے کہ عورت کا چہرہ چھپا تھا، مگر اتفاقاً چہرے سے کپڑا سرک گیا۔ اور عید گاہ میں بیٹھی ہوئی سب عورتوں میں سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی اتفاقیہ نظر اس کے چہرے پر پڑی تو اس کا وصف بیان کر دیا۔ ظاہر ہے، اتفاقاً کپڑا سرکنے کے بعد اس عورت نے فوراً ہی اپنے چہرے کو چھپا لیا ہوگا، کیونکہ چہرے کو ننگا کرنا بقول معترض، وہ گناہ سمجھتی ہوگی۔ پلک جھپکنے میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال پوچھا تو جابر نے اس کو دیکھ کر اس کے گالوں کی رنگت بیان کر دی۔ اس انتہائی تھوڑی مدت میں کیا یہ سب ممکن تھا؟ یہ قرین قیاس نہیں۔ ’سفعاء الخدین‘ کا لفظ وہی استعمال کر سکتا ہے جس کی نظر کچھ عرصے کے لیے چہرے پر ٹھہری ہو۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ عورتوں نے عید گاہ میں کھلے چہرے کے ساتھ عید کی نماز ادا کی۔ اسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وعظ کیا۔ کیا عورتیں مسجد نبوی میں یا عید گاہ میں چہرہ ڈھانپ کر نماز پڑھ کر بیٹھی تھیں؟ معترض نے

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

غالباً اس ماحول کو اپنی مسجدوں اور عیدگاہوں پر قیاس کیا ہے۔ عہد نبوت میں عورتیں پانچ نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرتی تھیں۔ ان کی صف مردوں سے پیچھے ہوتی تھی اور درمیان میں نہ کوئی اوٹ ہوتی تھی اور نہ پردہ، وہ کھلے چہرے کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں اور بھری مجلس میں سوال کرتی تھیں۔

معترض نے 'سفعاء الخدین' کا ''پچکے ہوئے گالوں والی'' ترجمہ کرکے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ عورت بوڑھی تھی، حالاں کہ نوجوان عورت کے گال بھی پچکے ہو سکتے ہیں۔ پھر عربی اور حدیث کی کسی لغت میں اس کے معنی ''پچکے ہوئے گالوں والی'' نہیں کیے گئے، نہ حقیقتاً اور نہ مجازاً۔ اس لفظ کی لغوی بحث میری کتاب ''چہرے کا پردہ: واجب یا غیر واجب'' میں صفحہ ۲۳۸-۲۳۹ پر موجود ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب علامہ البانی نے خود ''جلباب المرأۃ المسلمہ'' صفحہ ۴۷ پر یہ دیا ہے کہ ''اس سرخی مائل سیاہ رخساروں والی عورت نے جلباب اوڑھ رکھی تھی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید کی نماز کا حکم جلباب کے حکم کے بعد دیا اور یہ حکم حدیبیہ سے واپسی کے بعد آیت امتحان اور آیت بیعت النساء کے بعد دیا گیا۔'' سورۂ ممتحنہ کی آیت نمبر ۱۲ بیعت کے بارے میں فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔ حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' ''کتاب الایمان'' (۱/۶۶) میں لکھا ہے کہ ''اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ عورتوں کی بیعت کا واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ فرضیت حجاب کے بعد کا ہے۔'' اس حدیث سے فقہا نے درج ذیل مسائل کا استنباط کیا ہے:

۱۔ مردوں کی موجودگی میں اہل علم براہ راست عورتوں کو وعظ و نصیحت کر سکتے ہیں۔ وہ روایت جو ابن جریج نے عطاء بن ابی رباح سے کی ہے، اس کا واضح ثبوت ہے۔ عطاء نے ابن جریج کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا: مجھے میری زندگی کی قسم یہ وعظ امام پر واجب ہے۔ انھیں کیا ہو گیا ہے، وہ ایسا کیوں نہیں کرتے؟

۲۔ وعظ و نصیحت سننے، حصول علم اور دیگر معاملات کے لیے چہرے اور ہاتھوں کا کھلا رکھنا جائز ہے۔ عبدالملک بن سلیمان نے جو روایت عطاء سے کی ہے، وہ اس کا واضح ثبوت ہے ''فتح الباری'' میں حافظ ابن حجر کے قول کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ (۹/۳۴۴)

دوسری حدیث

حضرت عبداللہ بن عباس نے فضل بن عباس سے روایت کی ہے کہ قبیلۂ خثعم کی ایک عورت نے آخری حج کے موقع پر (قربانی والے دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا، جبکہ فضل بن عباس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

(فضل روشن چہرہ آدمی تھے)... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر لوگوں کو فتویٰ دینے لگے۔اسی حدیث میں ہے: ''فضل اس عورت کی طرف چہرہ گھما گھما کر دیکھنے لگے۔اور وہ عورت خوبصورت تھی (ایک روایت میں ہے: روشن چہرہ تھی۔ایک روایت میں ہے: فضل اس کی طرف دیکھتے رہے اور انھیں اس کا حسن بھا گیا، اور وہ آپ کی طرف دیکھنے لگی) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔'' احمد (۲۱۱/۱) کی روایت میں فضل سے مروی اسی حدیث میں ہے: ''میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا، اس نے بھی میری طرف دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میرا چہرہ اس کے چہرے سے پھیر دیا۔ میں نے پھر اس کی طرف دیکھا، آپ نے پھر میرا چہرہ اس کے چہرے سے پھیر دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ ایسا کیا، جبکہ میں باز ہی نہیں آ رہا تھا۔''

اس کے راوی ثقہ ہیں، لیکن اگر حکم بن عتبہ کا سماع حضرت ابن عباس سے ثابت نہ ہو تو یہ منقطع ہے۔

اس قصہ کو حضرت علی بن ابی طالب نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ سوال قربان گاہ میں پوچھا گیا، جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ کی رمی سے فارغ ہو چکے تھے اور انھوں نے اس بات کا اضافہ کیا ہے: ''عباس نے آپ سے پوچھا: آپ نے اپنے چچازاد کی گردن کیوں موڑی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے جوان مرد اور عورت کو دیکھا تو مجھے یوں لگا کہ وہ شیطان سے محفوظ نہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تخریج: بخاری (۲۹۵/۳، ۵۴/۴، ۸/۱۱)؛ مسلم (۱۰۱/۴)؛ ابوداؤد (۲۸۶/۱)؛ نسائی (۵/۲) اور انھی سے محلیٰ میں ابن حزم نے (۲۱۸/۳)؛ ابن ماجہ (۲۱۴/۲)؛ مالک (۳۲۹/۱) اور بیہقی نے بریکٹ کے درمیان پہلا اضافہ کیا ہے اور اس کے ماقبل کا اضافہ بخاری، نسائی، ابن ماجہ اور احمد کی روایت میں ہے، دوسرا اور تیسرا اضافہ بخاری کا ہے اور آخری اضافہ بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے اور یہ صحیح ابن خزیمہ (۳۴۲/۴) میں بھی ہے۔اس قصہ کے بارے میں حضرت علی کی روایت ترمذی (۱۶۷/۱) میں ہے، ان کا قول ہے: یہ روایت حسن صحیح ہے، احمد (رقم ۵۶۲، ۱۳۴۷) عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند (رقم ۵۶۴، ۶۱۳)، مسند البزار (۱۶۴/۲، رقم ۵۳۱-۵۳۲ بیروت) ضیاء کی ''المختارہ'' (۲۱۴/۱) میں ہے کہ اس کی سند جید ہے اور حافظ نے ''فتح الباری'' (۶۷/۴) میں اس سے استدلال کیا ہے کہ یہ واقعہ قربان گاہ کے پاس رمی سے فارغ ہونے کے بعد کا ہے۔

فنی تجزیہ: اس روایت پر معترض کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی، اس لیے اس کا چہرہ کھلا تھا، جبکہ علامہ البانی کا موقف یہ ہے کہ یہ جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد کا واقعہ ہے جب احرام کھول دیا جاتا ہے

اور آدمی کے لیے بیوی کے ساتھ ہم بستری کے سوا ہر چیز حلال ہو جاتی ہے۔

ان کے نزدیک وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کا چہرہ تو موڑ دیا، مگر خثعمی عورت کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہ دیا۔

انھوں نے پہلا حوالہ حافظ ابن حجر کی ''فتح الباری'' (۶۷/۴) کا دیا ہے جس میں انھوں نے ''مسند احمد'' میں موجود حضرت علی کی روایت سے دلیل پکڑی ہے کہ عورت احرام میں نہیں تھی۔ حافظ صاحب رقم طراز ہیں... باب التلبیہ و التکبیر میں گزر چکا ہے کہ عطاء نے ابن عباس سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کو پیچھے بٹھا لیا اور فضل نے بتایا کہ وہ تلبیہ کرتے رہے، یہاں تک کہ انھوں نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی۔ پس فضل نے اپنے بھائی کو وہ سب کچھ بتا دیا جس کا انھوں نے اس حالت میں مشاہدہ کیا تھا۔ احتمال یہی ہے کہ خثعمیہ کا سوال جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد ہوا... اس بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ترمذی، امام احمد، ان کے بیٹے اور طبری نے بیان کی ہے جو حضرت علی سے مروی ہے، یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ مذکورہ سوال رمی سے فارغ ہونے کے بعد قربان گاہ کے قریب کیا گیا۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر نے امام احمد کی روایت مختصراً نقل کی ہے جو یوں ہے: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا اور فرمایا: یہ موقف (وقوف کا مقام) ہے اور عرفات سارے کا سارا موقف ہے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپ عرفات سے نکل گئے، پھر آپ نے اسامہ کو اپنے اونٹ پر پیچھے بٹھا لیا اور تیزی سے چلنے لگے... آپ مزدلفہ آئے اور لوگوں کو مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ پڑھائی۔ پھر آپ نے رات گزاری یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر آپ مزدلفہ میں قزح کے مقام پر آئے اور وہاں ٹھہرے یہاں تک کہ وادی محسر تک آ گئے اور وہاں وقوف فرمایا، پھر اپنی اونٹنی کو مہمیز لگائی تو وہ تیز تیز چلنے لگی یہاں تک کہ آپ وادی سے گزر گئے۔ پھر اونٹنی کو روکا اور فضل کو پیچھے بٹھا لیا اور چل پڑے یہاں تک کہ جمرہ (العقبہ) تک آئے اور رمی کی، پھر قربان گاہ میں آئے اور فرمایا: ''یہ منحر (قربان گاہ) ہے اور منیٰ سارے کا سارا منحر ہے۔'' راوی کہتا ہے: خثعم کی ایک نوجوان عورت نے فتویٰ پوچھا اور کہا: بے شک، میرا باپ بوڑھا ہے اور بڑھاپے میں اول فول باتیں کرتا ہے۔ اس پر حج فرض ہو گیا ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو کیا اسے حج کی ضرورت نہیں رہے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اپنے باپ کی طرف سے حج ادا کرو۔ راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کی گردن کو موڑا تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے اپنے چچا زاد کی گردن کو کیوں موڑا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوان لڑکے اور لڑکی کو دیکھا تو مجھے ان کے بارے میں شیطان کا خطرہ محسوس ہوا۔ اس کے بعد لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مسائل پوچھتے رہے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ روایت اس بارے میں قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے کہ خثعمی عورت نے یہ سوال جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد کیا اور وہ حالت احرام میں نہیں تھی۔

علامہ نے ''فتح الباری'' (۸/۱۱) کے حوالے سے کہا ہے: ''ابن بطال کا قول ہے کہ حدیث میں فتنہ کے ڈر سے نگاہیں نیچی کرنے کا حکم ہے اور اگر فتنہ کا ڈر نہ ہو تو نظر ڈالنا منع نہیں۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ آپ نے فضل کا چہرہ اس وقت موڑا جب وہ پسندیدگی کی وجہ سے اس کی طرف دیکھتا رہ گیا اور آپ کو فتنہ کا احساس ہوا اور یہ انسانی فطرت ہے اور اس کی کمزوری ہے کہ وہ عورتوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور ان کا دل دادہ ہوتا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ مومنوں کی عورتوں پر وہ حجاب فرض نہیں جو ازواج مطہرات پر فرض ہے۔ اگر یہ لازم ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خثعمی عورت کو چہرہ چھپانے کا حکم دیتے اور فضل کا چہرہ نہ موڑتے اور اس میں دلیل ہے کہ عورت کے لیے چہرہ چھپانا فرض نہیں، کیونکہ اجماع ہے کہ عورت نماز میں چہرہ کھلا رکھے گی، چاہے اس کے چہرے کو اجنبی دیکھ رہے ہوں۔''

حافظ ابن حجر نے یہاں تبصرہ کیا ہے: ''خثعمیہ کے قصے سے ابن بطال کا استدلال محل نظر ہے، کیونکہ وہ حالت احرام میں تھی۔'' علامہ البانی فرماتے ہیں کہ ''حافظ ابن حجر بھول گئے ہیں، کیونکہ وہ باب التلبیہ والتکبیر میں کہہ چکے ہیں کہ یہ واقعہ جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد کا ہے اور اس قول کی تقویت میں انھوں نے ''مسند احمد'' میں موجود حضرت علی کی روایت پیش کی ہے اور حافظ صاحب کا پہلا قول قابل اعتماد ہے اور دوسرا قول ان کی بھول ہے۔''

امام ابن حزم نے اس روایت سے مختلف انداز سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''اگر چہرہ ستر میں شامل ہوتا، جس کا چھپانا واجب ہے تو سب لوگوں کی موجودگی میں آپ اس کے ننگے چہرے پر خاموش نہ رہتے، بلکہ اسے حکم دیتے کہ اوپر سے کپڑا لٹکا لے (یعنی سدل کر لے) اور اگر اس کا چہرہ ڈھکا ہوا ہوتا تو ابن عباس کو پتا نہ چلتا کہ آیا وہ خوبصورت ہے یا بدصورت؟''

اس دلیل کی بنیاد پر علامہ البانی فرماتے ہیں: ''فرض کیا وہ خثعمی عورت حالت احرام میں تھی تو بھی ابن بطال کا مذکورہ استدلال بغیر کسی نقص کے صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ احرام والی اور بغیر احرام کے عورت کے لیے اپنے چہرے کو سدل (چہرے کے اوپر سے اس طرح کپڑا لٹکانا کہ چہرے کو چھونے نہ پائے) سے چھپانا جائز ہے، مگر حالت احرام میں واجب ہے کہ وہ نقاب سے چہرہ نہ چھپائے، وگرنہ اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا۔ آج کل سعودی علما کا فتویٰ ہے کہ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے چہرہ نقاب سے چھپا لو اور فدیہ ادا کرو۔ اگر اجنبیوں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز نہ ہوتا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو سدل کا حکم تو دے سکتے تھے، جیسا کہ ابن حزم کا قول ہے خاص طور

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

پر، جبکہ عورت بہت حسین وجمیل تھی اور فضل کے لیے باعث فتنہ بھی، لیکن اس کے باوجود آپ نے یہ حکم نہ دیا صرف فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔''

''الرد المفحم'' (صفحہ۴۲) میں علامہ شیخ حمود التویجری اور ان کے ہم نواؤں کی تردید اس طرح کرتے ہیں: ''شیخ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۸ پر لکھتے ہیں کہ حدیث میں یہ دلیل نہیں کہ عورت کا چہرہ ننگا تھا، احتمال یہ ہے کہ ابن عباس کی مراد اس عورت کے قد وقامت اور ظاہر ہونے والے اطراف کی چمک دمک ہو۔'' علامہ نے اطراف سے مراد بدن کے اطراف، یعنی دونوں پاؤں اور سر لیے ہیں۔ ''القاموس المحیط'' کے حوالہ سے بیان کرنے کے بعد مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے سات اطراف، یعنی چہرہ، ہتھیلیاں وغیرہ سجدہ کرتی ہیں''، شیخ تویجری نے یہ بات گمراہ کرنے کے لیے کہی ہے، کیونکہ لغوی اعتبار سے چہرہ اطراف میں شامل ہے۔

پھر شیخ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱۹ پر کہا ہے: ''اگر چہ فضل نے اس کا چہرہ دیکھا، اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ چہرہ ننگا رکھتی تھی۔''

علامہ کا قول ہے کہ یہ محض عناد ہے، کیونکہ ابن عباس کا قول ہے: ''فضل اس کی طرف مڑ مڑ کر دیکھنے لگا۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''وہ اس کی طرف دیکھتا رہا اور اس کا حسن اس کی نگاہ میں کھب گیا۔'' چنانچہ شیخ کا قول اور ہمارے اچھے بھائی شیخ محمد بن اسماعیل اسکندرانی کا قول ''عودۃ الحجاب'' (۳۶۸/۳) میں باطل قول ہے، کیونکہ ان کا قول 'ینظر یلتفت' سے استمرار عمل کا مفہوم نکلتا ہے، دوسرے 'طفق' استمرار پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ قرآن کی آیت ہے: 'طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ'' ''وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھتے رہے'' (الاعراف ۷: ۲۲) اور بخاری کی حدیث ہجرت میں ہے: 'فطفق ابو بکر یعبد ربہ' ابوبکر اپنے رب کی عبادت کرتے رہے۔

حدیث زیر بحث سے ثابت ہوا کہ خثعمی عورت حالت احرام میں نہ تھی اور اس کا چہرہ کھلا تھا جس کی طرف فضل بن عباس رضی اللہ عنہما مڑ مڑ کر دیکھتے رہے۔

تیسری حدیث

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی (جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے) اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول، میں اس لیے آئی ہوں کہ اپنے تئیں آپ کو (بغیر معاوضہ) بخش دوں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

(پس آپ خاموش ہو گئے۔ میں نے دیکھا، وہ طویل عرصہ تک کھڑی رہی یا راوی نے یہ کہا: میں نے اسے عاجزی سے کھڑے ہوئے دیکھا)، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور غور سے اوپر سے لے کر نیچے تک نظر ڈالی، پھر آپ نے اپنا سر جھکا لیا، پھر جب عورت نے دیکھا کہ آپ کو اس کی کسی چیز کی حاجت نہیں تو وہ بیٹھ گئی۔

تخریج: بخاری (۱۰۷/۹)؛ مسلم (۱۴۳/۴)؛ نسائی (۸۶/۲) وغیرہ، احمد (۳۳۰/۵، ۳۳۴، ۳۳۶)؛ حمیدی (۴۱۴/۲)؛ رویانی (۱/۶۹:۲)؛ ابویعلیٰ (۵۱۴/۱۳)؛ بیہقی (۸۴/۷) نے اس کا عنوان یہ باندھا ہے: 'نظر الرجل الی المرأة یرید أن یتزوجھا' (مرد کا اس عورت کو دیکھنا جس سے وہ شادی کرنا چاہتا ہے)۔

امام بخاری نے درج ذیل ابواب میں اس حدیث کو بیان کیا ہے:

۱۔ 'باب عرض المرأة نفسھا علی الرجل الصالح' (باب اس بارے میں کہ ایک عورت اپنے آپ کو نیک آدمی کے سامنے پیش کرتی ہے)۔

۲۔ 'باب النظر الی المرأة قبل التزویج' (باب اس بارے میں کہ شادی سے پہلے عورت پر نظر ڈالنا جائز ہے)۔

۳۔ 'باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق' (باب اس بارے میں کہ مہر کے بغیر قرآن سیکھ کر شادی کرنا جائز ہے)۔

علامہ البانی نے اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی ''فتح الباری'' (۲۱۰/۹) کا حوالہ دیا ہے کہ ''اس حدیث میں اس بات کا جواز موجود ہے کہ آدمی شادی کی غرض سے عورت کے خوبصورت مقامات کو غور سے دیکھ سکتا ہے، خواہ اس سے پہلے اسے اس کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش نہ ہو اور نہ ہی اس سے منگنی ہوئی ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اوپر سے نیچے تک غور سے دیکھا۔ یہ جملہ اس بات میں مبالغہ پر دلالت کرتا ہے، پھر آپ نے فرمایا: مجھے عورتوں کی ضرورت نہیں (یعنی، جیسا کہ بعض سلسلہ ہائے روایت میں ہے) اگر مقصد اس کے پسندیدہ مقامات کو دیکھنا نہ ہوتا تو پھر تامل میں مبالغہ کے صیغے کا کیا فائدہ تھا؟ ممکن ہے ہم یہ کہیں کہ معصوم ہونے کی وجہ سے یہ بات آپ کے لیے خاص تھی، مگر ہماری تحقیق یہ ہے کہ اجنبی مومن عورتوں کو دیکھنا ممنوع نہ تھا۔ ابن العربی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ احتمال ہے کہ یہ حجاب کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہو، لیکن حدیث کا سیاق اس کے قول کو ناممکن قرار دیتا ہے۔''

اعتراض: علامہ کا قول ہے کہ محمد بن اسماعیل الاسکندرانی نے ''عودۃ الحجاب'' (۳۶۸/۳) میں کہا ہے: ''اس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حدیث میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں کہ اس عورت کا چہرہ کھلا تھا۔'' بعینہٖ یہی جملہ حافظ زبیر صاحب نے ماہنامہ ''حکمت قرآن'' اپریل ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں نقل کیا ہے، مگر صاحب کتاب کا حوالہ دیے بغیر تاکہ ظاہر کریں کہ وہ بڑے محقق ہیں جو امام البانی جیسے فاضل کی تردید کررہے ہیں۔ علامہ البانی نے اس کے جواب میں صرف یہ کہا ہے کہ یہ قول درخور اعتنا نہیں، کیونکہ اس کا باطل ہونا واضح ہے۔

ایک عورت مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی ہے۔ آپ کے پاس راوی سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسرے صحابہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو شادی کے لیے پیش کرتی ہے، آپ اسے اوپر سے لے کر نیچے تک غور سے دیکھتے ہیں تاکہ پتا چلے کہ وہ شادی کے قابل ہے یا نہیں، ظاہر ہے یہ نظر کسی کھلی چیز پر پڑی جو چہرے کے علاوہ اور کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اوپر والے لباس کو شادی کی غرض سے دیکھنا ایک بے معنی سی بات ہے۔

قدرتی طور پر مجلس میں بیٹھے ہوئے سب لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھی ہوں گی، پھر اس مجلس میں وہ بیٹھی رہی۔ ایک آدمی نے اس سے شادی کی خواہش کی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر بطور مہر کوئی چیز لانے اپنے گھر گیا اور وہ وہیں بیٹھی رہی۔ آخر آپ نے اس کا نکاح قرآن سکھانے کے عوض اس سے کر دیا۔ بخاری کی اس پوری روایت کی موجودگی میں کیا کوئی تصور کرسکتا ہے کہ عورت کا چہرہ چھپا ہوا تھا، یہ ایک بے کار تاویل ہے جو قابل التفات نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

علامہ البانی نے شیخ تویجری کے اس جواب کی کہ مخطوبہ کا چہرہ دیکھنا جائز ہے یہ کہہ کر تردید کی ہے کہ تویجری جانتے ہیں کہ وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخطوبہ نہ تھی۔ پھر شیخ تویجری اور اس کے ہم نواؤں کی رائے میں اجنبی لوگوں کی موجودگی میں مخطوبہ کا چہرہ دیکھنا بھی جائز نہیں۔

''الرد المفحم''، میں علامہ نے شیخ تویجری کے اس قول کی بھی مخالفت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے، اس لیے ان کے لیے دیکھنا جائز تھا۔ علامہ کہتے ہیں کہ یہ کلمۂ حق ہے جسے باطل مقصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے، کیونکہ ہر صاحب بصیرت جانتا ہے کہ بحث اس بات پر ہو رہی ہے کہ آیا صحابہ نے اسے دیکھا یا نہیں؟

امام نووی نے مسلم کی شرح (۹/۲۱۰) میں اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے قاضی عیاض کا قول نقل کیا ہے کہ ''بعض مخطوبہ کے چہرے کو دیکھنا مکروہ سمجھتے ہیں۔'' یہ غلط ہے اور صریحاً اس حدیث کے خلاف ہے اور امت کے اس اجماع کے خلاف ہے کہ خرید وفروخت، شہادت اور دیگر ضروریات کے پیش نظر صرف عورت کا چہرہ اور ہاتھ دیکھنے جائز ہیں، کیونکہ وہ عورۃ (ستر) نہیں ہیں۔

چوتھی حدیث

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ہم مومن عورتیں نماز فجر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی موجود ہوتی تھیں۔ پھر نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں اور آخر شب کی تاریکی کی وجہ سے کوئی ہمیں پہچان نہ سکتا تھا۔

تخریج: بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج اسی طریقہ سے کی ہے، جیسے میں (علامہ) نے اپنی کتاب ''صحیح سنن ابی داؤد'' صفحہ ۴۴۹ پر کی ہے۔ علامہ البانی نے حضرت عائشہ کے الفاظ ''آخر شب کی تاریکی کی وجہ سے ہم پہچانی نہ جاتی تھیں'' سے دلیل پکڑی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تاریکی نہ ہوتی تو وہ پہچانی جاتیں۔ عادتاً تو وہ صرف کھلے چہرے سے پہچانی جاتی تھیں جسے تاریکی میں دیکھنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اس سے ہمارا مقصد پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔

یہی مفہوم شوکانی نے اپنی کتاب ''نیل الاوطار'' (۱۵/۲) میں ابا جی سے نقل کیا ہے۔ پھر اس بارے میں ہمیں واضح روایت مل گئی جس کے الفاظ یوں ہیں: ''اور (تاریکی کی وجہ سے) ہم ایک دوسرے کے چہرے پہچانتی نہیں تھیں۔'' اس روایت کو ابو یعلیٰ نے اپنی مسند (ق ۳۱۴/۱۲) میں صحیح سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

پانچویں حدیث

فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ ابوعمرو بن حفص نے غیر موجودگی میں انھیں قطعی طلاق دے دی جس کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا (ایک روایت میں ہے کہ تین طلاقوں میں سے آخری طلاق) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر میں عدت گزارے، پھر آپ نے کہا کہ وہ ایک ایسی عورت ہے جس کے یہاں میرے صحابہ کا آنا جانا ہے تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو، وہ نابینا ہے تم (اس کے یہاں) اپنے کپڑے، یعنی اوڑھنی اتار سکتی ہو (ایک روایت میں ہے کہ تم ام شریک کے یہاں منتقل ہو جاؤ اور ام شریک مال دار انصاری خاتون ہے۔ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والی ہے۔ اس کے یہاں مہمان آتے جاتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گی۔ پھر آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرنا۔ ام شریک کے یہاں بہت زیادہ مہمان ہوتے ہیں۔ مجھے یہ ناپسند ہے کہ تمھاری اوڑھنی گر پڑے یا تمھاری پنڈلیوں سے کپڑا ہٹ جائے اور لوگ تیرے جسم کے اس حصہ کو دیکھ لیں جس کا دیکھنا تجھے بھی ناپسند ہو، لیکن تو ابن ام مکتوم (نابینا) کی طرف منتقل ہو

جاؤ...ان کا تعلق اسی قبیلہ سے ہے جس سے تمھارا تعلق ہے (جب تیرے سر پر اوڑھنی نہ ہوگی، وہ تمھیں دیکھے گا نہیں) تو میں اس کے یہاں منتقل ہوگئی۔ جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے پکارنے والے کی پکار سنی: 'الصلوۃ جامعۃ' (مسجد میں نماز کے لیے جمع ہو جاؤ) تو میں مسجد کی طرف گئی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ نے نماز ادا کر لی تو منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: بخدا، میں نے تمھیں رغبت دلانے یا ڈرانے کے لیے نہیں اکٹھا کیا ہے، میں نے تمھیں اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم الداری ایک نصرانی تھا۔ اس نے آکر بیعت کی ہے اور اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس نے مجھے ایک روایت سنائی ہے جو اس کے مطابق ہے جو میں تمھیں مسیح دجال کے بارے میں بتایا کرتا تھا۔...)

تخریج: مسلم نے صحیح (۴/۱۹۵-۱۹۶، ۸/۲۰۳) میں اس کی تخریج کی ہے (مسلم نے اسے ''کتاب الطلاق'' اور ''کتاب الفتن'' میں روایت کیا ہے)۔ ظاہری طور پر یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ چہرہ ستر میں شامل نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ قیس کی بیٹی کو لوگ اس حالت میں دیکھ سکتے ہیں کہ اس کے سر پر اوڑھنی ہو۔ 'خمار' سر پوش کو کہتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح سر کو چھپانا واجب ہے، اس طرح چہرہ چھپانا واجب نہیں۔ آپ کو ڈر تھا کہ کہیں دوپٹا سر سے سرک نہ جائے اور وہ چیز نہ ظاہر ہو جائے جسے ظاہر کرنا نص کے مطابق حرام ہے۔ چنانچہ آپ نے اس چیز کا حکم دیا جو اس کے لیے محتاط تھی، یعنی ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارنا جو نابینا تھے تاکہ جب وہ دوپٹا اتارے، وہ اسے دیکھ نہ سکیں۔ (ایک شبہ ہو سکتا تھا کہ ابن ام مکتوم تو اندھے تھے، مگر وہ اندھی نہ تھی اس سلسلہ میں) وہ ام سلمہ سے مروی حدیث میں اللہ کے رسول کا قول 'افعمیا وان انتما' (کیا تم دونوں اندھی تو نہیں) کے متعلق فرماتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے اور متن منکر۔ میں نے اس کی تحقیق ''سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ'' (رقم ۵۹۵۸) میں کی ہے (اس حدیث کا ذکر ذرا آگے چل کر کیا جائے گا)۔

علامہ البانی لکھتے ہیں کہ ''زیر نظر حدیث میں مذکور سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دنوں میں ہوا، کیونکہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا خود کہہ رہی ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تمیم الداری کی حدیث اپنی عدت پوری ہونے کے بعد سنی۔ اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ تمیم ۹ ھ میں مسلمان ہوا۔ پس اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ واقعہ آیت جلباب کے بعد کا ہے۔ چنانچہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ چہرہ ستر میں شامل نہیں۔''

امام نووی ''کتاب الطلاق'' کی روایت کے ضمن میں فرماتے ہیں: صحابہ ام شریک کے گھر میں مہمان بن کر کثرت سے اس لیے آتے جاتے تھے، کیونکہ وہ صالح عورت تھی۔ جہاں لوگ کثرت سے آتے جاتے ہوں وہاں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ایک خاتون کا قیام خود اس کے لیے گھٹن کا باعث بنتا ہے۔ گھر میں خاتون ہر وقت اوڑھنی اوڑھے نہیں رہتی کبھی نہ کبھی تو وہ سر سے سرک جاتی ہے۔ پس اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہاں عدت گزارنے کا حکم دے کر واپس لے لیا، حالاں کہ وہ عورت تھیں اور ان کے چچا زاد ابن ام مکتوم مرد۔ قاضی عیاض ''اکمال المعلم بفوائد مسلم'' (۶۵/۵) میں اس حدیث کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرد عورت کے یہاں جا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس کے بارے میں مطمئن ہوں (کہ وہ صالحہ ہے)۔''

ابو محمد بن قدامہ المقدسی نے ''المغنی'' (۴۶۵/۷-۴۶۶) میں فرمایا ہے: ''عورت کے لیے مرد کو دیکھنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کو کہا: ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، کیونکہ وہ نابینا ہے تو اوڑھنی اتارے گی تو وہ تجھے دیکھ نہ پائے گا۔'' اور حضرت عائشہ کا قول ہے: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے ڈھانپے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو مسجد میں کھیلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔'' یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

امام نووی مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عورت کے لیے اجنبی مردوں کو دیکھنا جائز ہے، جبکہ مرد کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں۔'' یہ قول ضعیف ہے، صحیح وہ ہے جو جمہور علما اور اکثر صحابہ کی رائے ہے کہ عورت کے لیے اجنبی مرد کو دیکھنا اسی طرح جائز ہے، جس طرح اجنبی مرد کے لیے عورت کو دیکھنا۔ اللہ نے مومن مردوں اور عورتوں، دونوں کو نگاہیں نیچی کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ فتنہ دونوں میں مشترک ہے۔ ابن العربی المالکی کی بھی یہی رائے ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اب آتے ہیں اس حدیث کی طرف جس کا مضمون زیر بحث حدیث سے ملتا جلتا ہے، لیکن حکم اس سے متصادم ہے۔ وہ حدیث یوں ہے: ''ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام نبہان سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے سامنے حدیث بیان کی کہ میں اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں تو ابن ام مکتوم آ گئے اور یہ ہمارے لیے حجاب کے حکم کے بعد کا واقعہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اس سے پردہ کرو تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول، کیا وہ نابینا نہیں جو نہ ہمیں دیکھ سکتا ہے اور نہ ہمیں پہچان سکتا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم اسے دیکھ نہیں سکتیں!''

تخریج: اس روایت کی تخریج ابن ماجہ کے علاوہ تمام اصحاب سنن نے امام زہری کی سند سے کی ہے۔ علامہ البانی نے ''ارواء الغلیل'' (۲۱۰/۶) میں کہا ہے کہ اس روایت کو ابوبکر الشافعی نے ''الفوائد'' (۳/۴-۵) میں اسامہ سے

روایت کیا ہے اور ام سلمہ اور میمونہ کی جگہ حضرت عائشہ اور حفصہ کے نام ہیں۔ ابن قدامہ کی روایت میں بھی یہی نام ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ ''اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کے راوی وہب بن حفص کی تکذیب ابوعروبہ نے کی ہے اور دارقطنی کا کہنا ہے کہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔''

نبہان والی روایت کے بارے میں علامہ ''ارواء الغلیل'' میں فرماتے ہیں کہ ''امام ذہبی نے نبہان کا تذکرہ ''الضعفاء'' کے ذیل میں کیا ہے اور امام ابن حزم کا قول ہے کہ وہ مجہول ہے۔ امام بیہقی نے حدیث بیان کرنے کے بعد نبہان کے مجہول ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ جن اہل علم پر مجھے اعتماد ہے، ان میں سے کسی نے اس حدیث کو ثابت نہیں کیا۔'' ابن قدامہ ''المغنی'' (۴۶۵/۷-۴۶۶) میں کہتے ہیں کہ ''امام احمد کا قول ہے کہ نبہان نے دو عجیب وغریب حدیثیں روایت کی ہیں، یعنی زیر بحث حدیث اور یہ حدیث کہ جب تمھارے یہاں کوئی آزاد غلام ہو تو اس سے پردہ کرو گویا کہ انھوں نے نبہان کی روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ اس سے صرف یہی دو حدیثیں مروی ہیں جو اصول سے متصادم ہیں۔'' حافظ ابن عبدالبر کا قول ہے کہ نبہان مجہول ہے، وہ صرف زہری کی روایت سے جانا جاتا ہے۔ فاطمہ بنت قیس کی روایت صحیح ہے، اس لیے وہ لازمی طور پر قابل حجت ہے۔ امام قرطبی نے نقل کیا ہے کہ نبہان کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ابن قدامہ دونوں متعارض احادیث کی بحث کو سمیٹتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا اس حدیث پر عمل کرنے سے بہتر ہے جس کی سند مفرد ہو، یعنی فاطمہ بنت قیس کی روایت صحیح ہے اور نبہان کی روایت کی سند مفرد ہے۔

متن کے لحاظ سے دو متفق علیہ احادیث نے اس حدیث کے مضمون کی نفی کی ہے: ایک فاطمہ بنت قیس کی حدیث نے، دوسرے حضرت عائشہ کی حدیث جس کے مطابق وہ مسجد میں حبشیوں کا کھیل دیکھ رہی تھیں۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ''یہ حدیث ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ فاطمہ بنت قیس نے ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزاری۔'' حافظ ابن حجر نے ''تلخیص الحبیر'' میں کہا ہے کہ ابوداؤد نے دونوں حدیثوں کے درمیان بڑی خوب صورت موافقت پیدا کی ہے اور منذری نے بھی اپنے حواشی میں اس طرح کی موافقت بیان کی ہے اور ہمارے شیخ نے اس موافقت کو سراہا ہے۔ ابن قدامہ نے ''المغنی'' (۴۶۶/۷) میں اثرم کا قول نقل کیا ہے کہ ''میں نے ابوعبداللہ (امام احمد) سے پوچھا: یوں لگتا ہے کہ نبہان والی روایت ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور فاطمہ کی روایت سب لوگوں کے لیے عام ہے، امام احمد نے فرمایا: ہاں، امام قرطبی نے ''الجامع لاحکام القرآن'' (۲۲۸/۱۲) میں کہا ہے کہ اگر نبہان کی روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یہ ازواج مطہرات کے

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

احترام کے پیش نظر اسی قسم کی سختی ہے، جیسی حجاب کے معاملہ میں ان پر کی گئی ہے۔''

نبہان کے بارے میں امام احمد، امام شافعی، امام ابن حزم، امام بیہقی، امام قرطبی اور ابن عبد البر جیسے محققین کے قول کے مقابلہ میں شیخ حمود التویجری اور اس کے ہم نواؤں نے ''فتح الباری'' میں حافظ ابن حجر کے قول 'اسناده قوی'، یعنی نبہان کی اسناد قوی ہیں، کا حوالہ دیا ہے۔ علامہ البانی نے ''الرد المفحم'' کے صفحہ ۶۲، ۶۴ اور ۶۵ پر امام ابن حجر کے اقوال پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد ''فتح الباری'' (۱/۵۵۰) میں ان کا قول نقل کیا ہے: ''اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔''

چھٹی حدیث

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں موجود تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں، اگر میں چھوٹا نہ ہوتا تو عید میں موجود نہ ہوتا (آپ عید کے لیے نکلے) یہاں تک کہ کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس اس جگہ پہنچے جہاں عید گاہ کا نشان تھا۔ پھر آپ نے نماز پڑھی (راوی کا قول ہے کہ پھر آپ نیچے اترے۔ گویا کہ میں انھیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے نیچے بٹھا رہے ہیں پھر وہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں تک آئے اور آپ کے ساتھ بلال تھے۔ (پھر کہا: ''اے نبی، جب تمھارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی'' (الممتحنہ ۶۰: ۱۲)) پھر آپ یہ آیت پڑھنے کے بعد فارغ ہوئے تو پوچھا: کیا تم اس بات پر ہو؟ (یعنی اس بات پر بیعت کرتی ہو)۔ ایک عورت کے سوا کسی نے آپ کو جواب نہ دیا۔ اس نے کہا: ہاں، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، (راوی کا قول ہے کہ آپ نے ان کو وعظ ونصیحت کی اور صدقہ وخیرات کا حکم دیا) (راوی کا قول ہے: پھر بلال نے کپڑا پھیلا دیا اور کہا: آؤ۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں)، پھر میں نے انھیں دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ بڑھا بڑھا کر صدقہ کو (ایک روایت میں ہے کہ وہ چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں) بلال کے کپڑے میں ڈال رہی ہیں۔ پھر آپ بلال کے ہمراہ اپنے گھر چلے گئے)۔

تخریج: اس کی تخریج بخاری (۲/۲۷۲) اور اسی سند سے ابن حزم (۲/۲۱۷) نے؛ ابوداؤد (۱/۱۷۴) اور اسی سند سے بیہقی (۳/۳۰۷)؛ نسائی (۱/۲۲۷)؛ احمد (۱/۳۳۱) اور اضافہ انھی کی ایک اور روایت کا ہے۔ اسی طرح ابن جارود نے المنتقیٰ (رقم ۲۶۳)؛ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۲/۳۵۶، رقم ۱۴۵۸) میں روایت کی ہے۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com